چھوٹو از قلم زینب بنت زمان

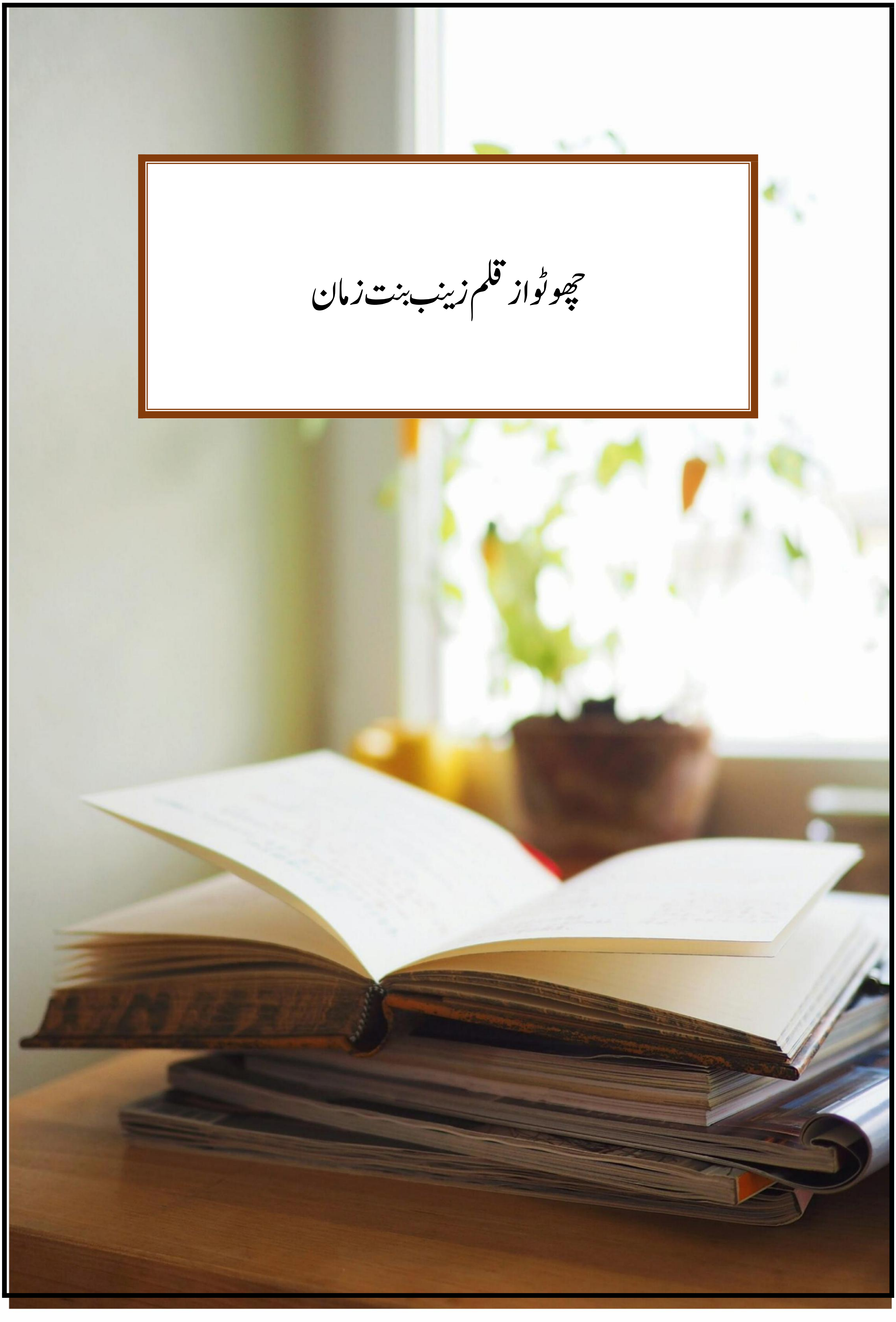

اردو ناولز بلاگز

اردو ناولز بلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردو ناولز بلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے
آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے۔
براہ کرم اس pdf کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر
اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے۔
اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔:

urdunovelsblog

ویب سائٹ: urdunovels.blogs

ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com

انسٹا گرام: @urdunovelsblogs

فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

!آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے

چھوٹو از قلم زینب بنت زمان

خاندان والے اسے پیارے چھوٹو، ہمارے چھوٹو، ارے چھوٹو، اوئے چھوٹو، ابے چھوٹو، اے چھوٹو جیسے ناموں سے پکارتے ہیں۔اس کا نام تو شمس الدین تبریز ہے مگر رواج ہے کہ سیدھا نام نہ لیا جائے، یوں تو رواج کے مطابق اس کا نام شمسو ہونا چاہیے تھا، مگر ایک اور رواج عین بیچ میں آن ٹپکا کہ وہ خاندان بھر کا چھوٹا لڑکا ہے۔ سوائے چھوٹو، ارے چھوٹو، پیارے، ہمارے، تمہارے چھوٹو سے کام چلا لیا جائے گا۔اب تو وہ اس نام سے بہت تنگ ہے۔یعنی کہ دیکھو وہ اٹھارہ برس کا ہوا جاتا ہے اور پھر بھی چھوٹو ، چھوٹو بلایا جاتا ہے۔گلی سے گزرتے ہوئے جب اوپری منزل کی کھڑکی سے دادی جھانک کر ارے چھوٹو کی ہانک لگاتی ہے تو وہ جھٹ سے گلی کو آنکھوں سے ناپ لیتا ہے کہ کہیں کوئی اس کی شان میں ہونے والے قصے کا چشم دید گواہ تو نہیں ہوا جاتا۔اکثر اوقات تو وہ بچ جاتا، مگر کبھی کبھار یہ پانچ چھ لوگ اے چھوٹو کی صدا سن لیتے، جب وہ پانچ ، چھ کی گنتی دیکھ لیتا تو غڑاپ سے گلی سے نکل جاتا۔کہ بھلا وہ تو وہ نہیں جسے چھوٹو کہتی ہے کھڑکی سے جھانکتی ہوئی بڑھیا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ بڑھیا کی کھڑکی کو چار چھ کیل ٹوک کر ہمیشہ کے لیے بند کر دے۔مگر اگر وہ کھڑکی بند کر بھی دیتا تو کیا ہوتا۔

خاندان بھر کی زبانوں کی کھڑکیوں کو کیسے کیل لگتا۔بڑے ماما کی بڑی بیٹی کی شادی تھی۔یہ چار منزلہ عمارت تھی اور وہ خاندان بھر کا چھوٹا، بھاگم بھاگ کام کر رہا تھا۔ارے یہ چائے کا دودھ لے آؤ چھوٹو، اوئے چھوٹو ذرا نائی سے بھاگ کر دیگ کے سامان کی فہرست تو لا یو، پیارے چھوٹو کچن کے اوپری کیبن سے ذرا نئے والے کپوں کا ڈبہ ہی اتار دے، یہ ذرا باجی بلقیس کی بڑی بیٹی کا ڈوپٹہ پیکو کروا لا، اے چھوٹو ماموں کو موٹر سائیکل پر بیٹھا کر ذرا ڈاکٹر کے ہاں لے جا، بیٹی بیاہ رہا ہے اور بی پی بڑھا رہا ہے۔چھوٹو پھلوں کے کریٹ ایک ایک کر کے کچن میں لا کر ڈھرتا، چھوٹو اوپری منزل پر کھڑا لائٹوں کی سجاوٹ کروا رہا ہوتا، چھوٹو مامی کے فلاں فلاں رشتہ داروں کے ہاں فلاں فلاں چیز پہنچانے کو اپنی پٹپٹیا سے سڑک سڑک ناپ رہا ہوتا۔

چھوٹو یہ خاندان بھر کی لڑکیوں کو انار کلی کی دکانوں پر لیے پھر رہا ہوتا۔ایک کہتی کہ چھوٹو مجھے تو چوڑیاں لینی ہیں، ایک کہتی چھوٹو مجھے فلاں دکان سے فلاں رنگ کے کھوسے خریدنے ہیں، سنا ہے وہ بس وہیں سے ملتے ہیں، ایک کو بازار کا ایک کونا چھاننا تھا دوسری کو دوسرا، چھوٹو ان درجن لڑکیوں میں پگلا جاتا مگر اسے ان سب کو ساتھ رکھنا تھا، بڑے بوڑھوں نے یہ لمبی لمبی نصیحتیں کر کے ان کو چھوٹو کے ساتھ روانہ کیا تھا۔اور تمام کی تمام نصیحتیں چھوٹو کو کی گئیں تھیں۔اوئے چھوٹو ساری بہنوں کا دھیان رکھنا، سب کو ساتھ رکھنا اور سب سامان دلا کر گھر کا رخ کرنا۔اور یوں چھوٹو ان درجن بھر چڑیلوں کو لیے انار کلی میں انار کلی بنا جاتا تھا۔بڑی خالہ کی منجلی بیٹی راحیلہ نے اپنے لال رنگ کے لہنگے کے ساتھ میچنگ ڈوپٹہ خریدنا تھا۔پھر کیا ہوا وہ دکان میں کھڑی لہنگا چھوٹو کے ساتھ لگائے چھوٹو کے کندھے پر ایک کے بعد ایک ڈوپٹہ لگا کر میچنگ کرنے کے چکروں میں تھی۔اور چھوٹو اسے دکاندار اور آس پاس گزرتے لوگوں کی معنی خیز نظروں اور دبی دبی مسکراہٹوں سے ایسے چکر آ رہے تھے کہ اس کا چہرہ لال لہنگے سے میچنگ میچنگ کر رہا تھا۔

" باجی تم یہ درجن لڑکیاں جو ساتھ لائی ہو ان کے ساتھ لگا کر اپنا ڈوپٹہ میچ کر لو، بھلا میرے ساتھ لگا کر ڈوپٹہ میچ کرنے کی کیا منطق، کیوں مجھے ذلیل کروا رہی ہو؟"

" چپ کرو تم بڑی بہن کا کام کرتے تم ذلیل ہو رہے ہو، حد ہے چھوٹو" راحیلہ باجی نے اسے ڈپٹا تو وہ اور لال پیلا ہو گیا ۔ مگر اسے اماں نے کہہ کر بیجھا تھا، بہنوں کی ہر بات سننا، سب بڑی ہیں تم سے یوں بلا وجہ اپنی زبان نہ چلانا، ورنہ میری جوتی تیری زبان سے ہمکلام ہو گی۔

" باجی تم مریم کے ساتھ لگالو لہنگہ " چھوٹو پھر سے سر گوشی کے انداز میں باجی کے کان میں گھسا جو دکاندار سے رنگ میچ نہ ہونے پر بحث کر رہی تھی۔

" میاں چھوٹو، زبان بند کر کے لہنگہ صحیح سے پکڑ کر کھڑے رہو، ورنہ ابھی خالہ کو فون ملا کر کہتی ہوں کہ، چھوٹے میاں بہن کا کام کرنے میں ذلالت محسوس کرتے ہیں" راحیلہ باجی نے تو اس اونچی آواز میں اسے گھڑکا کہ دکان میں بیٹا وہ درجن چڑیلوں کا گروہ اور تین چار ملازمین تماشہ دیکھنے لگے۔ مگر تماش بینوں کو اگر پاپ کارن دے دیے جائیں تو چھوٹو نامی فلم دیکھنے کا مزہ دوبالا ہو جائے۔

تماش بینوں کے منہ سے ہنسی کے فوارے پھوٹ پڑے جب راحیلہ باجی نے ایک لال رنگ کا پیور کا ڈوپٹہ چھوٹو کے سر گھونگٹ بنا کر اوڑھ دیا۔ چھوٹو تو صدمے میں چلا گیا۔ اور باقی سب لوٹ پوٹ ہوتے اپنی ہنسی سے زلزلہ لانے کے درپے تھے۔ راحیلہ باجی کو میچنگ ڈوپٹہ مل گیا۔ اور بلاآخر لال گھونگٹ اٹھالیا گیا۔ مگر اس لال گھونگٹ کی لالی چھوٹو کے چہرے پر جمی رہ گئی۔ پھر وہ منہ پلائے باقی کے چھ سات گھنٹے انار کلی میں خوار ہوتا رہا۔ گھر آ کر اس نے بڑے کمرے میں بیٹھے سارے بڑوں کو لال چہرے سے کہا کہ اسے بھلا ان درجن چڑیلوں کی حفاظت کو بیجھا گیا تھا کہ انار کلی میں تماشا کرنے کو۔ پہلے تو بڑا کمرہ ایک پل خاموشی سے نہا گیا، پھر وہاں بھی ایسا قہقوں کا دور چلا کہ الامان، اور جب اس نے بچوں کی طرح اپنی ایڑھیاں زمین پر رگڑیں تو نانی کہنے لگی خیر ہے بہنیں ہیں بھائیوں کے ساتھ مستی نہیں کریں گیں تو کیا کسی غیر سے ہنسی مذاق ہو گا۔ عدالت نے نہایت اچھے طریقے سے اس کا کیس برخاست کر دیا۔

اس کا ننھیال اتنا بڑا تھا کہ لگتا تھا کہ کوئی ضلع ہے۔ اور ددھیال توبہ توبہ پردادا کے پانچ بیٹے پھر دادا کے دس بیٹے، آگے دس بیٹوں کے چار چار پانچ پانچ بچے اور کئی چاچازاد، تایازاد تو شادی شدہ تھے یعنی ان کی بھی آگے سے تین تین چار چار بیٹیاں ، چھوٹو کے بعد کسی کے ہاں بیٹا پیدا نہیں ہوا تھا ابھی تک، اس لیے............. سب سے چھوٹے میاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے چھوٹو میاں ۔اس کے ابا سب سے چھوٹے تھے اور ماں بھی بہن بھائیوں میں آخری تھی، دو چھوٹو کا آگے سے ایک چھوٹو۔ اماں ابا کی عمر پکی بلکہ بہت بہت پکی تھی۔ چھوٹے تھے تو شادی بڑوں کے بعد ہوئی، تو بس تھوڑی سی عمر نکل گئی تھی، بس اتنی تھوڑی کہ تھوڑے بال سفید ہو گئے تھے۔ دونوں طرف کا خاندان لمبا چوڑا تھا۔ ننھیال تو ننھیال اس کا ددھیال تو پورا صوبہ تھا۔

ایک روز کاشف اس کا دوست کلاس میں کھڑا کہہ رہا تھا کہ پاکستان شمس الدین تبریز کے خاندان کے دم سے ہے۔ یوں کلاس ساری کی ساری کاشف کے گرد اکھٹی ہو گئی اور پوچھنے لگی۔ کہ بھائی کاشف صاحب پاکستان شمس کے خاندان کے دم سے کیسے کھڑا ہوا ہے؟ کیا یہ قائداعظم کے خاندان کا چشم و چراغ ہے، کیا اس کے خاندان نے آزادی کے وقت بہت سے قربانیاں دی ہیں۔ کیا یہ کسی سپریم کوٹ کے جج کا بیٹا ہے، کیا یہ فوجی خاندان سے ہے، کیا کیا اور کیا، سب سوالوں کے جواب دینے کے لیے کاشف صاحب بینچ پر کھڑے ہو گئے اور یوں لگا کہ کسی جلسے کا منظر ہے۔

" ارے صبر کرو ساتھیوں ابھی تم لوگ خود ہی جان جاؤ گے کہ میں نے یہ کیوں کہا کہ پاکستان شمش الدین تبریز کے خاندان کے دم سے ہے۔"

اس ساری صورتحال کے دوران شمس لاعلم سا کینٹین سے کاشف کے لیے سموسے لے رہا تھا اگر اسے خبر ہوتی کہ کاشف میاں اس کے خاندان کے عنوان پر بینچ پر کھڑے تقریر کر رہے ہیں تو ضرور کاشف کے سموسے پر زہر کی بوتل انڈیل کر لاتا۔ مگر خیر ابھی اسے علم نہیں تھا، دوستی قائم تھی۔ اور کنٹین پر جتنی لمبی لائن تھی اس کی باری آنے تک کلاس کا جلسہ ختم ہو ہی جانا تھا۔ اسے خاندان سے باہر سب شمس کہہ کر بلاتے تھے، اس نے جی جان لگا کر اپنا لقب لوگوں کو پتا لگنے سے روکا ہوا تھا۔ کاشف کو معلوم تھا مگر اس نے اس سے عہد لیا تھا کہ یہ بات کسی اور کو پتا نہیں چلے گی۔ کاشف میاں نے قسم کھائی تھی یہ کہہ کر کہ

" میں کاشف احمد اپنے دوست شمس الدین تبریز کے ساتھ اپنی دوستی کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں میں کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ شمس چھوٹو ہے اور چھوٹو ہی شمس ہے۔ بھلا میں کیوں کسی کو بتاؤں گا کہ میرا دوست چھوٹو ہے، یہ بھی کوئی بتانے والی بات ہے کہ سب خاندان والے شمس کو چھوٹو کہتے ہیں، چھوٹو کہنا اچھی بات تھوڑی ہے۔ سو میں قسم کھاتا ہوں، کہ میں کسی کو چھوٹو۔۔۔۔۔۔اف میرا مطلب شمس کا یہ راز نہیں بتاؤں گا" کاشف نے جس طرح قسم کھائی تھی چھوٹو کا جی چاہا اس لڑکے کا منہ نوچ لے۔ کمبخت کچھ سیدھا سیدھا نہیں بول سکتا کیا؟

ادھر کلاس میں کاشف میاں نے پردادا سے جلسہ شروع کیا اور چھوٹو عرف شمس پر لا کر ختم کیا، پھر ننھیال کا شخص بہ شخص انگلیوں پر گنوایا۔ ننھیال میں شمس کی اماں سب سے چھوٹی تھیں سو وہ ننھیال میں بھی آخری لڑکا تھا۔ کاشف نے یوں یہ جلسہ کیا کہ مانو وہ شمس الدین تبریز کے خاندان پر پی ایچ ڈی کر کے بیٹھا ہے۔ اور اندر کی بات ہے اس نے چھوٹو کے خاندان پر سچ مچ پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔ مگر ایسے عظیم کام کی ڈگری دینے والا عظمت والا ادارہ ابھی تک بنا ہی نہیں۔ کاشف کو ہر خبر تھی کہ اور اس نے سب کو علم بانٹا بھی سب کو بتایا کہ شمس کا فلاں کزن اتنے برس کا ہے، فلاں کی فلاں جگہ شادی ہوئی، فلاں، فلاں کام کرتا ہے اور دیکھو کہ یہ ایک خاندان مل ملا کر پاکستان کے لیے کیا کرتا ہے، یہ اتنے لوگ ہیں کہ ان کے کام کرنے سے، ان کی اولاد سے، ان سب کے سب کی وجہ سے پاکستان کتنا ریونیو کما رہا ہے۔ شمس کے خاندان پر ہونے والا جلسہ ختم ہوا تو وہ بھی کلاس میں سموسے لیے داخل ہوا۔ اس نے سموسوں سے نظر ہٹا کر سامنے دیکھا تو ساری کلاس کے اپنی طرف دیکھنے پر گھبرا گیا۔ کچھ تو اسے عظیم خاندان کے عظیم چشم و چراغ کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ حیرانگی سے، پریشانی سے کچھ اس کا مذاق اڑاتی نظروں والے تھے۔ اسے معاملے کی خبر نہ تھی سو اس نے پوچھ لیا کہ خیر ہے، ہوا کیا ہے، سب اسے یوں کیوں دیکھ رہے ہیں۔

" ارے شمس کچھ نہیں بس یہ سب تیری کہانی سن کر مسمرائز ہوئے پڑے ہیں" کاشف جلسے کے لیڈر نے دو قدم طے کرتے شمس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

"کون سی۔۔۔" شمس کے سوال پورا ہونے سے پہلے ایک اور سوال کیا گیا۔

" شمس بھلا بتاؤ کہ محکمہ بہبود آبادی والے تم لوگوں کی گنتی کتنے ہفتوں میں لکھتے ہوں گے" یاسر نے بڑے بھولے انداز سے سوال کیا تو ساری کلاس میں ہی ہی کرتی ہنسی کی فضا پھیل گئی۔

"شمس تم لوگ جب اکھٹے ہوتے ہو گے تو یوں لگتا ہو گا کہ کوئی میلا لگ گیا ہے"

" شمس یار بھائی تم لوگ ایک دوسرے کے نام یاد کیسے رکھتے ہو؟"

" یار تم لوگ تو سارا سال کسی نا کسی کا جنم دن یاں پھر مرن دن ہی مناتے رہتے ہو گے"

" یار شمس کبھی تم لوگوں نے سوچا نہیں کہ اپنا الگ ملک آزاد کروالو۔ چھوٹو کے خاندان کا نعرہ، ہمیں چاہیے الگ ملک ہمارا"

" اور میں تمہیں مشورہ دوں کبھی اپنا ملک بناؤ تو نام رکھنا۔۔۔۔۔۔۔ چھوٹوستان، بتاؤ بتاؤ کیسا لگا نام؟ اچھا ہے نا" کاشف نے شوشہ چھوڑا تو چھوٹو کو لگا کہ اس بدبخت نے ضرور چھوٹو لقب والی بات بھی باہر نکال دی ہو گی۔ مگر نہیں کاشف نے قسم نہیں توڑی تھی۔ اس نے بس خاندان پر جلسہ کیا تھا۔ چھوٹو کا راز اب تک راز تھا۔

ناجانے اور کتنے شوشے چھوڑے گئے۔ چھوٹو نے بس ایک بات پوچھی کہ یہ کہانی سنانے والا شخص کون تھا۔ سب نے کاشف کی طرف انگلیاں اٹھادیں ۔کاشف چھوٹو کو دیکھنے لگا اور چھوٹو آنکھوں سے کاشف کو نگلنے لگا۔ اور پھر یوں ہوا کہ کاشف میاں کی گردن پر چھوٹو میاں کا ہاتھ بڑی زور سے وزن بڑھا رہا تھا۔ کاشف میاں ہاتھ جوڑتے ہوئے اپنے جلسے کے منعقد ہونے پر شرمندگی ظاہر کرنے لگے۔ مگر کاشف میاں اتنے کوئی دو گلے نکلے کہ شام میں اماں کے سامنے بیٹھے انہیں سارا قصہ سناتے ہمدردی بٹور رہے تھے۔ سارے قصے میں مظلوم کاشف میاں اور ظالم چھوٹو میاں۔ چھوٹو کو اس پر اتنا تاؤ چڑھا کہ اس کا جی چاہا اس منحوس مارے کاشف کو سڑک پر کھڑا کرے اور بڑے چچا کی گاڑی چلاتا ہوا اسے کچل دے، پھر موڑ کاٹے اور دوبارہ کچلے، پھر موڑ کاٹے اور دوبارہ دوبارہ کچلے اور چھوٹو تصور میں کاشف کو اتنی بار گاڑی کے نیچے دے گیا کہ اس کو تھوڑا سکون ہوا، مگر اماں کی کڑک آواز پر سکون غارت ہوا۔ جو اسے کاشف کے ساتھ کیے رویے پر کوس رہی تھی۔ اس نے کاشف کو ایسے دیکھا کی نظروں سے چھبا جائے گا ۔اور کاشف نے اماں کو ایسے دیکھا کہ جیسے اسے چھبا لیا گیا ہو۔

پھر عام روایت کے مطابق پہلے اماں نے اسے کوسا اور ماموں کی بیٹی کی شادی کے دوران جب سارے بڑوں کو سنانے کے لیے اماں کے پاس کوئی قصہ نہ بچا تو یہ قصہ سنا ڈالا اور پھر ایک ایک کر کے یہ قصہ قسط وار ہر منزل پر شائع ہوا۔ نوجوان کزنوں کو سنایا گیا، دور کے رشتہ داروں کو ہنسانے کے لیے قریب کے چھوٹو کا قصہ سنایا گیا۔ یعنی ہر ہر حال چھوٹو کا جلوس نکالا گیا۔ اور چھوٹو نے کاشف سے شروع ہونے والے اس قصے کو کاشف سے بدلہ لینے کے لیے اس کی اوٹ پٹانگ تصویریں جن میں سے ایک میں کاشف میاں سر پر ڈوپٹہ لیے روٹیاں بنا رہے تھے، ایک میں وہ سویا ہوا تھا مگر اس کے منہ پر جوکر کے میک اپ کے تمام رنگ عجیب و غریب انداز میں لگائے گئے تھے۔ ایسی تمام تصویریں جو چھوٹو نے اپنے جگری یار کو تنگ کرنے کے لیے لیں تھیں بس انہی تصویروں کو بدلے کے لیے استعمال کیا اور انسٹا پر پوسٹ کر دیا۔ راتوں رات سارے سکول ،کالج کے دوستوں نے ان تصویروں کو اتنا سراہا کہ کاشف میاں مشہور بلکہ بدنام الزمانہ ہو گئے۔

" میری اماں ایسی سگھڑ بہو ہی چاہتی ہیں " کلاس کے فواد نے روٹیوں والی تصویر پر کمنٹ کیا تو چھوٹو کے دل کو قرار آ گیا۔ کاشف نے فواد کو کمنٹ سیکشن میں خوب عزت کا پاٹ پڑھایا، مگر سارے لڑکوں نے مل ملا کر کاشف میاں کا جلوس نکالا اور چھوٹو کو مزہ آ گیا۔ بڑے کمرے کے قہقہوں کا دکھ کچھ کم ہو گیا۔ اس نے کاشف کو ایک ہی میسج کیا۔

" آئندہ اگر کوئی جلسہ کرنا ہو تو مجھے بتانا میں ایسی تصویروں کے پوسٹر بنوا کر حاضر ہو جاؤں گا۔ تمہارا پیارا دوست شمس"

کسی اور نے جوکر والی تصویر لر کمنٹ کیا کہ

" میں نے اس تصویر کو اپنے بھانجے کو دکھایا تو وہ رونے لگا، خدا کی پناہ کاشف تم ڈراؤنی فلموں کے جوکر لگ رہے ہو"

مزید ایسے کمنٹس آتے رہے اور کاشف میاں بدنام ہوتے رہے۔ اور چھوٹو۔۔۔۔۔۔ اسے قرار ملتا رہا۔ کچھ تو ایسے ایسے کمنٹس تھے کہ چھوٹو خود کانوں کو ہاتھ لگا گیا۔ کہ الامان، بھئی توبہ توبہ۔

توبہ کرو گھر بھر کا چھوٹا ہونا آسان بات تھوڑی ہے۔ اور چھوٹو تو پورے صوبے جتنے بڑے خاندان کا چھوٹا چراغ ہے۔ اس کا یہ تھا کہ ماں کا اکلوتا تو ہو گیا مگر سب سے چھوٹا بھی ہو گیا۔ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تو پورے خاندان کے فون آنے لگے، مبارک خیر مبارک کے سلسلے چلنے لگے۔ اور پھر چھوٹو میاں نے خیر سے یونیورسٹی کی پڑھائی بھی پوری

کرلی۔ پہلے دن سے اسے ایک بات معلوم تھی کہ اس کے خاندان میں شادی لائن سے ہوگی۔ پہلے سب سے بڑا، پھر اس سے چھوٹا، پھر ساری کابینہ کو نپٹا کر چھوٹو کی باری آتی ۔ مگر اپنے ماں باپ کو دیکھ کر اسے ایک ہی خواہش تھی کہ کم از کم وہ ان کی طرح بڑھاپے اور سفید بالوں میں نہ بیاہا جائے۔ اور اب عمر بھی ہو گئی تھی، لڑکا خاندانی کاروبار بھی سنبھالنے لگ گیا تھا اور اب کہ جو ملتا تھا وہ پوچھتا تھا کہ بھائی چھوٹو میاں شادی کب کر رہے ہو، وہ باچھیں پھیلا کر مسکراتا بلکہ شرماتا اور کہتا کہ اماں، ابا کو پتا ہو گا ۔ وہ ہی جانے کہ چھوٹو گھوڑی کب چڑھے گا۔ حالانکہ اس کو سب پتا تھا کہ ابھی بڑے کنوارے باقی ہیں اب تو چھوٹو کا دل شادی کے نام پر بڑا ہی بے چین ہو جاتا تھا ۔ کیونکہ مسئلہ وہی درپیش تھا کہ جب تلک پورے صوبے کے بچے کچے کنواروں کی شادی نہیں ہو جاتی، تب تک خاندان کے چھوٹو کا نام نہ لیا جائے گا۔ اسے تو سب ایسے دیکھتے تھے کہ جیسے وہ واقعتاً چھوٹو ہو، کوئی ننھا لڑکا جس کی شادی کی عمر تو ابھی ایک صدی بعد آئے گی۔ چھوٹو کی ایک اور خواہش تھی شادی ہو جائے گی تو پھر کوئی اس کو چھوٹو بھی نہیں کہے گا۔ بھلا اب شادی شدہ کو چھوٹو کہتے ان سب شرم بھی نہ آئے گی۔ مسئلہ زیادہ شادی کا نہ تھا زیادہ مسئلہ تھا چھوٹو لقب ہٹانے کا۔

چھوٹو نے ایک روز اماں کو دیکھا جو مشکل سے گرمی میں روٹیاں بنا رہی تھی تو بڑے مسکیلے انداز میں کہنے لگا۔

" اماں اب تو مجھ سے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جا رہی، بھلا کب تک تم اکیلی کام کرتی رہو گی، گرمی بھی بہت ہے اور تم تھک بھی جاتی ہو، اب تو تمہارے گھٹنے بھی جواب دینے لگے ہیں اماں "

" رے رے گھٹنے جواب دیں میرے دشمنوں کے، میں تو بھلی چنگی ہوں، اور یہ دو روٹیاں بنانے میں مجھے کیا ہوتا ہے "

چھوٹو کا خاندان ننھیال، دھدیال سب لاہور میں رہتا تھا، یوں سمجھو پرانے شہر کی گلیوں میں چھوٹو کا صوبائی خاندان آباد ہے، پہلے پہل سب اکھٹے تھے پھر آبادی گنتی سے نکلنے لگی تو سب الگ ہو گئے، مگر یہ الگ ہونا بھی یکجاہی تھا کہ بھلا وہ لوگ کچھ ایک ہی گلی میں اور کچھ ایک ہی محلے میں تھے۔ تو کیسی جدائی۔ اماں کی مدد کروانے کے لیے کوئی نہ کوئی آ جاتا تھا، آج کوئی آ نہ سکا اور چھوٹو نے اپنا مقصد اماں کو سمجھانا چاہا، مگر اماں تو کہتی ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں۔

" مگر دیکھو اماں تمہیں کیسا سانس چڑھ گیا ہے دو روٹیاں بنا کر ہی" ارے کوئی سن لو وہ کہہ رہا ہے کہ اماں سانس چڑھانا ہے تو بہو سے لڑ کر چڑھا لینا۔

" تم نے روٹی کھا لی نا" اماں نے جو پیڑا روٹی بنانے کے لیے اٹھایا تھا واپس رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں مگر ابھی تو تم نے اور ابا نے بھی روٹی کھانی ہے نا" آواز میں کیا ہمدردی ہے، بھئی واہ واہ

" ہاں تو تمہیں میری اتنی فکر ہو رہی ہے تو باقی کی روٹیاں تم بناؤ گے اب" لو یہ مارا اماں نے سکسر۔ اور چھوٹو کا منہ گردن تک کھل گیا۔ پڑ گئی ٹھنڈ۔ کر لی ہمدردی۔

"مگر اماں"

" چائے اور پراٹھا بنا کر میرے کمرے میں دے جانا اور تمہارے ابا آدھے گھنٹے تک آئیں گے انہیں تازہ پراٹھا بنا کر دینا۔" لو اماں نے ہمدردی کا ٹوکرا چھوٹو کے سر ہی الٹ دیا ۔

شادی کا لڈو چھوڑو، پراٹے کا پیڑا پکڑو۔

ایک روز چھوٹو میاں کو کاشف کی کال آئی، کاشف کی شادی ہو رہی تھی۔ سو بلاوا آیا تھا، چھوٹو شادی پر گیا اور خوب شغل میلا لگایا۔ ایسا کہ کاشف کے بڑے بھائی کہنے لگے۔

" بھئی شمس آپ جناب کب گھوڑی چڑھ رہے ہیں"

پانی پیتے ہوئے چھوٹو کا سارا پانی واپس منہ سے باہر آ پڑا۔ اس کا غم پھر سے تازہ ہو گیا اور کاشف کے ساتھ ساتھ باقی سب دوست دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے۔

" بھائی کاشف اور آپ دو بھائی ہیں نا اس لیے کاشف کی شادی آپ کے بعد ہوئی ہے" فواد نے سنجیدہ انداز اور شیطانی آنکھوں سمیت کہا

"تو اس سے شمس کی شادی کا کیا تعلق ؟" بھائی سمجھے نہیں

" ارے بھائی پہلے ایک درجن بڑوں کی شادی ہو گی پھر جناب شمس الدین تبریز کی باری آئے گی" نوید نے بتایا کہ بھائی ان سے پہلے ایک پلٹن گھوڑی چڑھنے کے لیے لائن میں لگی ہے۔

" کیا خبر کہ جب باری آئے شمس کے دانت جھڑ چکے ہیں"

" ہاں بھلا کیسا لگے گا بنا دانتوں والا دلہا"

" سفید بالوں والا دلہا"

" لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا دلہا"

" اور سینے پر ہاتھ رکھے کھوں کھوں کر کے کھانسی کرتا ہوا دلہا"

ایسے ذلیل دوست ملے تھے کہ شغل لگانے کے لیے چھوٹو کے بڑھاپے تک پہنچ گئے تھے۔ چھوٹو ان کی قیاس آرائیاں سن کر غصہ کیا خاک کرتا اسے تو وہ ان کے سنائے گئے منظر آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگ گئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہ سفید بالوں کے ساتھ، جھڑے ہوئے دانتوں کے ساتھ، ایک عدد لاٹھی اور کھوں کھوں کھانسی کے ساتھ شیروانی پہنے مشکل سے قبول ہے قبول ہے قبول ہے، بولنے کی کوشش کر رہا ہے مگر کھانسی ہے کہ آواز نکلنے نہیں دے رہی اور یہ میاں چھوٹو قبول ہے بولنے سے پہلے کھوں کھوں کرتے لڑھک گئے، مبارکباد کی جگہ، تعزیت کی صدائیں گونجنے لگیں تو وہ ایک زور کی چیخ مار کر تصور سے جاگا۔ اور باقی سب اس کے چہرے پر لکھی کہانی پڑھ کر ہی، ہاہا، اف اف کرتے لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ دوست ہیں اپنا فرض نبھا رہے ہیں، ہنس رہے ہیں، ہنسا رہے ہیں۔ کاشف نے کونے میں لے جا کر کہا کہ

" بھائی شمس جناب اگر شادی بڑھاپے میں کرواگے تو چھوٹو چھوٹو سنتے مر جاؤ گے۔ کیسا لگے گا، سفید بالوں والا چھوٹو" پچھلے تصور نے تو منی ہارٹ اٹیک دیا تھا، اس والے نے تو دل دہلا دیا۔ بھائی چھوٹو کی سب سے بڑی خواہش تو یہی ہے کہ اسے چھوٹو لقب کی مسند سے ہٹا دیا جائے۔

اس روز چھوٹو گھر آ کر پلنگ پر پڑا چھت کو گھورتا یہ سوچنے لگا کہ اس کے کتنے کزن کنوارے ہیں۔ لائن کتنی لمبی ہے۔ تو جو نتیجہ نکلا اس کا ہاتھ دل پر جا پڑا ابھی تو بارہ کزن ہیں جن کی شادی ہونی ہے۔ بیڑا غرق یہ کون سا رواج ہے لائن سے شادی کرنے کا۔ ان سارے بھائیوں کا سونے کا کاروبار تھا، کاروبار سانجھا تھا اور اس لیے فیصلے بھی اکھٹے کیے

جاتے تھے۔ اس رات اس نے سوچا کہ کیوں نا وہ اماں اور ابا کا خاندان ہی چڑوا دے۔ پھپھے کٹنی بن کر کوئی لڑائی ہی کروا دے۔ نہ رہے گا خاندان نہ رہے گی لائن ۔ آئیڈیا اچھا تھا، مگر لڑائی کیسے کروائی جاتی۔ پھر اگلے دن اس نے اماں ابا کے سامنے بیٹھ کر ایک لڑائی کی چنگاڑی جلانے کی خوب کوشش کی۔ مگر وہ دونوں اسے سامنے سے ہٹنے کا کہتے رہے اور اس کی بات پر کان تو دھڑنا دور اس کو دیکھا بھی نہیں۔ اس نے کہا بھی کہ

" ابا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ چاچا اور تایا کے پاس آپ سے زیادہ پیسہ کیسے آیا، ابا تم مانو نہ مانو وہ تمہیں دھوکہ دے کر تمہارا حصہ مارتے ہیں۔ " ابا تو حصہ مارنے کی کہانی سن کر بھی توجہ نہیں کر رہے۔ کہتے ہیں ہٹ جا فلم کا سین نکلا جا رہا ہے۔

" لو یہاں تمہارا خاندان ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تمہیں فلم کے سین کی پڑی ہے "

ابا نے اسے پھر سے درفٹ کہہ دیا تو اس نے رخ مٹر نکالتی اور فلم دیکھتی اماں کی طرف کیا مگر خیر سے دونوں میاں بیوی ایک جیسے ہی تھے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ آپ دونوں نے تو بڑھاپے میں جا کر شادی کی مگر میرا تو بڑھاپے کا آثار بھی نظر نہیں آتا، بہت ایموشنل بلیک میل کرنا چاہا مگر وہ دونوں سنتے، کان دھڑتے تو بلیک میل ہوتے۔ اماں نے کہا کہ خیر سے جب ہونی ہو گی ہو جائے گی شادی۔ دو تین سال بعد ہی سہی۔ اس نے کہا مگر اماں تم میرا دکھ سمجھو نہ مجھے سب چھوٹو کہتے ہیں، دیکھو ذرا تمہارا اگھبرو جوان بیٹا کہاں سے چھوٹو ہے، تایا جی دکان پر یہ اونچی آواز لگا کر کہتے ہیں چھوٹو ذرا یہ کر دے۔ اماں ساری عزت کا فالودہ ہو جاتا ہے۔ اب تو محلے والے بھی چھوٹو کہنے لگ گئے ہیں۔ کل مولوی ہاشم نے مسجد میں مجھے دیکھا تو کہنے لگے چھوٹو اور سناؤ کیسے ہو؟ اماں مولوی کے ہاتھ میں مائیک تھا، اس نے کہا چھوٹو تو ساری بھری ہوئی مسجد میری طرف مڑ گئی۔ اماں میری شادی کروا دو، یہ چھوٹو کا لقب ہٹ جائے گا۔ کاشف میاں کا کہنا تھا کہ اس کے چاچا کو بھی سب شادی سے پہلے چھوٹو کہتے تھے، پھر ان کی شادی ہو گئی وہ سینئر سیٹیزن ہو گئے تو سب نے ان کو چھوٹو کہنا چھوڑ دیا۔ اس لیے بس اسے بھی شادی کروانی ہے اس نے اور زور دینا چاہا تو ابا فوراً ڈپٹنے لگے کہ

" ابھی بلا لاتا ہوں مولوی صاحب کو کہ پڑھا دیں تیرا نکاح نکمے انسان دفعہ دور ہو جا ایک دن ملتا ہے مجھے فلم دیکھنے کا اس میں بھی آ گیا اپنی شادی کا ڈھنڈورا پیٹنے۔۔۔ اور چھوٹو کہنے میں کیا برائی ہے، پیار ہے سب کا، جا چلا جا، ٹی وی کے سامنے سے ہٹ جا" آئیڈیا فلاپ ہو گیا۔

وہ بڑا اداس ہو گیا اور فل فلمی سین کیے اس نے اداسی میں، جا کر لاہور کی سڑک پر لاچار منہ بنا کر چلتا رہا یہ اداس چہرہ، یہ بہتی ہوا، یہ ٹوٹا ہوا چھوٹو مگر خیر پھر جب پیر جواب دے گئے تو گھر واپس آنا پڑا۔ مگر اگلی رات جو آئیڈیا اسے آیا اس کے فلاپ ہونے کا کوئی چانس ہی نہیں تھا۔ اس نے اپنے کزنوں کو اکھٹا کیا اور ان کے گول دائرے میں ایک بیگ لے کر بیٹھ گیا۔ اس نے انہیں سمجھایا۔

" بات یہ ہے کہ میری عمر بائیس سال ہے، اگلے مہینے تیئیس برس کا ہو جاؤں گا"

" اللہ کی پناہ چھوٹے تم نے اپنا برتھڈے یاد کروانے کو کابینہ بلائی ہے" رضا بھائی نے سنجیدگی سے کہا

" اوں ہوں بات پوری کرنے دیں مجھے۔ میں تیئیس برس کا ہونے والا ہوں، اور ایک حساب کے مطابق مجھ سے پہلے آپ بارہ لوگ ہیں جن کی شادی ہونی ہے "

" تو"

" تو یہ کہ یہ حساب یہ بتاتا ہے کہ آپ سب کی شادیوں تک میری شادی کی عمر نکل جائے گی۔ بلکہ قبر میں میرے پیر اتر چکے ہوں گے "

"تو بھئی تو"

" کیا تو تو لگا رکھی ہے۔ یہ اتنی بڑی بات ہے کہ اس لائن کے پورا ہونے کے چکروں میں۔۔۔۔۔۔۔ میں کنوارہ رُل جاؤں گا"

" تم فکر مت کرو ہو جائے گی تمہاری بارہ پندرہ سال تک شادی، اتنے اتاولے کیوں ہو رہے ہو؟" ریاض نے چھوٹو کی ٹانگ کھینچی تو باقی سب تو ہنسنے لگے۔ مگر چھوٹو میاں کا منہ غبارے کی گیس سے بھرا پڑا تھا اور پھر اس نے اپنا مستقبل بچانے کا آخری حربہ استعمال کیا۔ اس نے بیگ کھولا اور ایک ایک کاغذ نکال کر باہر رکھا۔ پھر یوں ہوا کہ چھوٹو نے وہ کاغذ پڑھ کر سنانے شروع کیے۔ اوں ہوں ان کاغذوں میں تنتر منتر نہیں لکھے۔ ارے وہ تو پیار بھری چھٹیاں ہیں اور ہیں بھی ان سارے ہم عزیز کزنوں کیں۔ چھوٹو نے چھوٹے ہوتے اپنے تمام بھائیوں کے پہلے پہلے پیار کی کشتیاں کنارے لگانے میں خوب اہم کردار ادا کیا۔ وہ الگ بات ہے کہ کسی ایک کی محبت پوری نہ ہوئی۔ وہ پانچ روپے لیتا اور چھٹی دے آتا، آ کر پھر سے پانچ لیتا اور چھٹی کا جواب تھما دیتا۔ مگر اس نے بچپن میں کچھ چھٹیاں اور جوابی چھٹیاں پڑھا کر پھینکنے کی بجائے اپنے پیسوں والی گلے میں ڈال دیں اور آج وہ چھٹیاں کام آئیں گیں۔ ہمارے چھوٹو کی شادی کروائیں گیں۔ اس نے سطر سطر چھٹیاں پڑھیں تو چھٹیوں والے لپک لپک اس کا منہ بند کروانے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ بھاگ اٹھا اور گلی میں آ نکلا اب کہ وہ آگے تھا اور باقی سب پیچھے۔ بھاگم بھاگ ایک گلی، دوسری گلی، تیسری گلی اور سب کو سانس چڑھ گیا۔ سب نے ہاتھ جوڑ لیے کہ پیارے چھوٹو کیا چاہتے ہو؟ ۔ ہمارے چھوٹو کیا چاہیے تمہیں؟۔

چھوٹو میاں نے دانت نکال کر شرما کر کہا بھی تو کیا؟ شادی بھئی شادی۔ اور بلیک میلنگ کام آ گئی۔ پہلے پہل کہنے لگے کہ ہم نہ مانیں تمہاری بات تو۔

" تو۔۔۔۔۔ تو کچھ نہیں، میں ناموں سمیت یہ چھٹیاں آپ لوگوں کے باپوں میرے تایا، چاچا کو بھیج دوں گا، اور پھر جو پریڈ ہو گی جو کرفیو اور لاک ڈان لگے گا ساری شرافت کا جنازہ نکل کر لگے گا۔"

urdunovelsblog

سب نے ہاتھ کھڑے کر دیے گھر جا کر کہ سب سے پہلے چھوٹو کی شادی کروائی جائے۔ بڑے سب حیران کہ کیوں بھلا ابھی تم لوگوں کی ہو گی پھر اس کی۔ مگر چھوٹو نے چھٹیوں کی تصویریں واٹس ایپ کر کے لکھا کہ بھائیوں ذرا سوچو کہ اگر تایا، چاچا کو یہ بھیج دوں تو کیا پھر تم لوگوں کی عزت ہو گی، اف مزہ آ جائے گا۔ کیا کہتے یو بھیج دوں سب کو؟ دھمکی پہ دھمکی، ایک شادی کی خواہش نے ہمارا چھوٹو پرایا کر دیا۔ سارے بھائیوں نے واپس اسے ایموشنل بلیک میل کرنا چاہا مگر وہ ہوا نہیں۔ بلکہ ایک اور میسج کر کے کہنے لگا، خبردار میری شادی کے بعد کوئی مجھے چھوٹو کہے اگر، جن کی شادی ہو جاتی ہے وہ چھوٹو نہیں رہتے۔ پھر ان سب نے مل ملا کر چھوٹو غدار کی سفارش سپریم کوٹ میں ڈالی کہنے لگے ہم تو اب نئے دور میں رہتے ہیں کیا فرق کہ پہلے کس کی شادی ہو، اچھی بات ہے ہم اپنے چھوٹے کی شادی پر کنواروں والا ڈانس کریں گے۔ ہر بڑے کو الگ الگ سمجھانا پڑا، پھر اکھٹے بٹھا کر سمجھایا، اور پیشی پہ پیشی بھگتانے کے بعد بلآخر سب نے کہا کہ چلو چھوٹو کی لیے لڑکی ڈھونڈنے کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ لڑکی ڈھونڈی گئی۔ چھوٹو تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا، اور باقی سب اس کو چھبا جانے والی نظروں دیکھتے مجبور تھے۔ انہیں اگر پتا ہوتا کہ ایسی غداری کی جائے گی تو وہ قاصد کو پہلے روز ہی گھٹنے تلے لے لیتے۔ مگر اب تو چڑیا چگ گئی کھیت۔ بھلا انہیں ضرورت کیا تھی چھٹیاں لکھ کر عشق معشوقی کرنے کی، پڑ گئے جان کے لالے، سالوں بعد بھی بلیک میل ہونا پڑا۔ چھوٹو نے شادی پر سارے دوست بلائے، اور وہ منہ کھولے یہ پوچھ رہے ہیں کہ بھئی یہ ہوا کیسے۔ ہم نے تو سوچا تھا کہ ہمارے بچے تیری شادی دیکھیں گے۔ مگر چھوٹو انہیں کہنے لگا، کہ جادو بھئی جادو۔

شادی کا دن آن پہنچا۔ نکاح بھی ہو گیا۔ سب خواہشیں پوری ہوئیں، دلہے کے لباس میں کھڑا چھوٹو اپنے کزنوں میں گھرا ہوا تھا۔

" بھئی چھوٹو اب خوش ہو؟"

" چھوٹو نہیں شمس، شمس بڑے بھائی شمس کہیے۔ اب میری شادی ہو گئی ہے۔ اور میرے سسرال والے آس پاس ہی ہیں تو لحاظ رکھیے شمس کہیے " چھوٹو میاں تو بڑے ہو گئے۔

اس کی بات پر سارے کزن شیطانی ہنسی ہنس کر کہنے لگے۔

" جی شمس جی "

اسے لگا ہی تھا کہ کچھ دال میں کالا ہے مگر خیر جانے دو۔ تھوڑی دیر بعد اس کے سسر آئے اور کہنے لگے کہ خاندان والوں سے ملوانا ہے۔ تو وہ صوفہ چھوڑ کر چل دیا۔

سسر جی نے کوئی بیس بائیس لوگوں کے درمیان لے جا کر ایک لائن بولی اور شمس میاں کی آنکھیں صدمے سے باہر آ گئیں۔

" جی بھائی صاحب یہ ہے ہمارا داماد، ہماری چھوٹی کا میاں۔"

چھوٹی کے میاں نے مڑ کر سٹیج پر کھڑے درجن کزنوں کو دیکھا جو چھوٹی کے میاں کی حالت پر دل کھول کر قہقے لگا رہے ہیں۔ ہمارا چھوٹو، ہماری چھوٹی کا میاں

urdunovelsblog